ایک غیر مطبوعہ خط

از حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند

بنام مولانا عبدالاحد - زروبی (مردان)

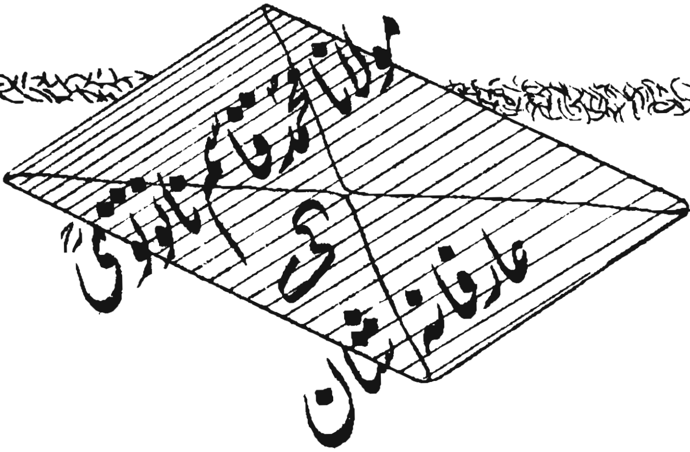

محترمی و مکرمی زید مجدکم

سلام مسنون نیاز مقرون ـــ گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ آپ نے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اور ان جیسے دوسرے اکابر کے بارہ میں ان کے بیان کی مقبولیت اور جاذبیت کے بارہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ حقیقت ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات بظاہر تو فلسفیانہ ہوتی ہیں، مگر حقیقتاً عارفانہ اس لئے اثر قلب پر یہ پڑتا ہے کہ جیسے کوئی مربی تربیت کر رہا ہو۔ اس کی وجہ محض علم نہیں بلکہ معرفت ہے۔ اور محض معرفت بھی نہیں بلکہ انکشاف اور ان کا حال ہے۔ صاحب حال کی ہر چیز میں کشش جاذبیت اور مقبولیت ہوتی ہے۔ حضرت کے علوم الہامی ہیں کتابی نہیں۔ ماخوذ کتاب و سنت سے ہیں۔ اور کتاب و سنت کی روح ان کے اندر سمائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ روح کی بات اندر سے کھینچ لاتے ہیں۔ اور وہی موثر ہوتی ہے۔ چونکہ وہ خود اس سے لطف اندوز ہیں اس لئے مطالعہ کنندہ بھی اس سے لطف اندوز ہوتا ہے ـــ از دل خیزد بر دل ریزد ـــ یہ علوم درحقیقت علم الٰہی سے متصل ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تاثیر بھی قوی اور کامل ہوتی ہے۔ حضرت ہی نے تقریر دلپذیر میں ایک موقعہ پر جہاں غالباً مسئلہ تقدیر بیان فرما رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ یہاں پہنچ کر ایک دم طبیعت رک گئی اور بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کیا لکھوں تو آخر کار میں نے اسی پروگرام کی طرف رجوع کیا جہاں سے بندوں کو علم کی روزی ملتی ہے۔ اور میں نے کہا کہ ـــ

قطرۂ دانش کہ دادستی ز پیش   متصل گرداں بدریا ہائے خویش

آخرکار فتح یاب ہوا اور میرے اللہ نے بات سمجھائی اور پھر لکھا کہ: آنچہ بصفحہ خاطری ریزند بقلم می آرم (او کماقال) اس سے واضح ہے کہ یہاں کی یہ جذب وکشش محض رسمی علم میں نہیں بلکہ عارفانہ اور عاشقانہ علوم میں ہوتی ہے۔ عاشق جب اپنی دیوانگی میں بولتا ہے۔ اور گرج پڑتا ہے تو سب لرز جاتے ہیں، وہ اس کے قلب اور اُدھر کے کشکش کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے تاثیر درحقیقت الفاظ میں نہیں بلکہ قلب کے ان احوال میں ہے جو اپنے ظہور کیلئے الفاظ کا جامہ خود تراش لیتے ہیں ــــ

مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ جن کیفیات سے وہ علم صادر ہوتا ہے، اسی نوع کی تھوڑی بہت کیفیت آشنائی جب کسی میں ہوتی ہے تو وہ اثر قبول کرتا ہے۔ ورنہ بے کیف اور جاہل مطلق افراد پر کوئی چیز بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں آپ ان ارباب علوم کی تعریف فرما رہے ہیں اس میں دوسرا پہلو آپ کی خود کی واقعی تعریف کا بھی نکلتا ہے، خواہ آپ کو احساس نہ ہو۔ آپ میں بحمدللہ ان کیفیات سے شناسائی کسی حد تک موجود ہے تو اس حد تک تاثر بھی ہے اور اسی حد تک یہ خواہش بھی ہے کہ کاش آپ بھی اسی قسم کے بیان پر قادر ہو جاویں اور ویسا ہی کلام کرنے لگیں۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ کمال ابتداءً کسبی ہی ہے۔ اگرچہ انتہاءً وھبی ہے۔ صرف نبوۃ ہی وہ کمال ہے جو کسبی نہیں صرف وھبی ہے جو صرف دادِ حق سے ملتا ہے ورنہ آثار نبوۃ میں سے تمام علمی وعملی و اخلاقی کمالات اکتساب سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر ایک کو حاصل ہو سکتے ہیں، مگر جسے بھی حاصل ہوگا اسی کے ظرف و ذہن کی قدر حاصل ہوگا اور ظروف اور اذہان کی بناوٹ خلقی ہے جس میں تفاوت ہے۔ اس لئے ایک کمال سب میں آکر پھر بھی علیٰ قدر الذہانت متفاوت ہو جائے گا۔ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی کسی کی نقل اتار کر ویسا نہیں ہو سکتا جسکی نقل اتاری گئی ہے جس طرح ہر ایک کی چال الگ ہے، نقل سے ویسے ہی انداز سے آدمی چلے گا بھی تو نبھ نہ سکے گا اور آخرکار پھر اپنی ہی چال پہ آجائے گا یا جیسے صورت ہر ایک کی الگ الگ ہے، تصنع سے صورت کو مشابہ بنانے کی کتنی بھی کوشش ہو مشابہ بن نہ سکے گی۔ اور کسی حد تک بن جائے گی تو فرق صاف نمایاں رہے گا۔ اور اتفاقاً نمایاں نہ بھی ہو تو یہ نقل دیرپا نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کسی کی نقل کی فکر ہی نہ کی جاوے جبکہ وہ بس کی بات نہیں، البتہ خود اپنے خلقی جوہر کو اجاگر کرنے اور چمکانے کی کوشش کی جاوے اور جب وہ حد کمال پہ پہنچ جائے گا جب ہی اس میں جاذبیت اور مقبولیت پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے مقبولیت کی بنیاد اور جاذبیت کی اساس تکمیل نفس یا اس کے کسی وصف کی حد کمال ہے، نقالی نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کمالات باطن اگر حد کمال پہ آجائیں تو ان کی جاذبیت عمومی ہوتی ہے۔ اور حقیقی اور کمالات ظاہر کی محدود اور وقتی۔

ان سارے ہی بزرگوں کے کلام میں قبولیت اور جاذبیت ہے جو ان کے مجاہدات ظاہر و باطن

کا اثر ہے، لیکن پھر بھی جاذبیت کے درجات متفاوت ہیں جو ان کی ذہنی صلاحیتوں کے تفاوت کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے آدمی مجاہدہ و ریاضت تو کرے لیکن نہ اس لئے کہ اس میں فلاں کا رنگ پیدا ہو جائے بلکہ اس لئے کہ صبغۃ اللہ پیدا ہو جائے اور پھر صبغۃ اللہ جس قسم کے شیشۂ ذہن سے نمایاں ہوگا اسی قسم کا رنگ اختیار کرے گا۔ اور جاذبیت کا مقام پیدا کرے گا۔ مگر متفاوت ضرور رہے گا۔ اس لئے کہ وہ خلقت کا تفاوت ہے۔ ولا تبدیل لخلق اللہ۔

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اس لئے آپ کائنات کے خلقی اختلاف کو مٹانے کی فکر نہ فرمادیں کہ وہ بس کی بات نہیں، یہ اختلاف بہرحال اپنی جگہ ضرور باقی رہے گا۔ صرف اپنے رنگ کو نکھارنے اور حد کمال پر پہنچانے کی سعی فرمادیں ــــــ

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ سے (جو دارالعلوم کے اوّلین صدر مدرس اور عارف کامل تھے) کسی نے پوچھا کہ کتابیں آپ نے بھی وہی پڑھی ہیں جو حضرت نانوتوی نے پڑھی تھیں۔ استاد بھی آپ دونوں کے ایک ہیں پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ جو علوم وہ بیان کرتے ہیں۔ اور جو انداز بیان ان کا ہے وہ آپ کا نہیں۔؟ فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ ان کے دماغ کی ساخت ہی حکیمانہ تھی۔ وہ کوئی معمولی سے معمولی مسئلہ بھی بیان کرتے تو وہ حکیمانہ ہی رنگ کا ہوتا اس لئے جو مضمون بھی ان کے دماغ میں ڈھل کر باہر آتا تھا وہ حکیمانہ ہی رنگ اختیار کر لیتا تھا، اس جواب کا حاصل بھی وہی ہے کہ کسب و ریاضت ظاہری ہو یا باطنی اس کے ثمرات کا تفاوت خلقتوں کے تفاوت سے ہوتا ہے ــــ انبیاء علیہم السلام سب کے سب مقدس اور بشریت کے انتہائی کمالات پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں لیکن تفاوت مراتب اور تفاضل بھی ان میں موجود اور قرآن حکیم میں منصوص ہے اس کی وجہ کمالات نبوۃ کا زیادۃ و نقصان نہیں بلکہ ظروف کا قدرتی تفاوت ہے، ان کمالاتِ الٰہیہ سے مزاجی خصوصیات زائل نہیں ہوتیں بلکہ انہی مزاجی خصوصیات میں سے گزر کر وہ کمالات نمایاں ہوتے ہیں اور خصوصیات متفاوت ہیں۔ اس لئے رنگ کمالات بھی متفاوت ہو جاتا ہے، موسیٰ علیہ السلام کی جلالی شان ہے عیسیٰ علیہ السلام کی جمالی شان ہے، یعقوب علیہ السلام کی حزن و بث کی شان ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی شاہانہ شان ہے۔ ایوب علیہ السلام کی صابرانہ شان ہے، داؤد علیہ السلام کی شاکرانہ شان ہے۔ ان سب شانوں میں کمال نبوۃ مشترک ہے اور خود شانیں متفاوت۔ ظاہر ہے کہ یہ نبوۃ کے تفاوت سے نہیں کہ وہ سب ہیں یکساں ہے۔ بلکہ خلقی ظروف کے تفاوت سے ہے۔ اس لئے

یہاں نہ نقل کی گنجائش ہے نہ عقل کی، بلکہ کسب وعمل کی ضرورت ہے، جو رنگ فطری ہے۔ بلاکسب کے ہر ایک کا خود اپنا ہی نمایاں ہو جائے گا۔ اور وہی مقبول ہوگا۔ اس کے حاصل کرنے یا تبدیل کرنے کی سعی غیر ضروری بلکہ بے ثمر رہ جائے گی اس لئے اس کی فکر ہی کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک اس ناکارہ کے بارہ میں حسن ظن کے الفاظ تحریر فرمائے گئے ہیں، حق تعالیٰ آپ کو اسی کا اجر دے۔ اور مجھے ان کا صحیح مصداق بنا دے ——— وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ والسلام

محمد طیب

مہتمم دار العلوم دیوبند

۱۳۸۱ھ

بقیہ: اسوہ نبوۃ اور عصری شہریت

معاشی مساوات اس حالت پر ہیں۔ کہ جو ادنیٰ مسلمان کو میسر آتا ہے۔ سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء اس سے کم لیتے اور نوش فرماتے ہیں۔ بنیادی ضروریات زندگی کی فراوانی کا یہ حال ہے۔ کہ بے سروسامان اور فاقہ کش عرب، شہریت انسانی کی اس غذائی قلمرو میں بیس سال کے عرصہ میں فارغ البالی کے اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ کہ صدقہ و زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا۔ تمام شہری اسلامی مملکت کے وفادار اور اپنے مقصد کے لئے جان قربان کرنے والے انسانوں کو انسانوں کے خود ساختہ بندگیوں کی زنجیروں سے آزاد کرانے والے اور عالمگیر اخوت ومحبت وخدمت وایثار کا نمونہ پیش کرنے والے ہیں ——— غرض انسان کامل اور معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کمال بشریت انسانی کا درس دیا وہ آج بھی اس پریشان حال انسانیت کے مداوٰی اور انسانی مشکلات کا آخری حل ہے۔ سلام ہو اللہ تعالیٰ کے اس فرستادہ پر جو آسمانی مملکت اس عالم میں قائم کرنے آیا تھا۔ اور درود ہو اس پر جس نے عالمگیر انسانی شہریت کے زریں اصول بتائے ——— (بشکریہ ریڈیو پاکستان)

الحق میں اشتہار دیکر ثواب دارین حاصل کریں